



۵... عضو کی منتقلی کے بعد جسم میں کوئی ایسی تبدیلی نہ ہو جو مثملہ کے مشابہ ہو۔ (جسم کے اعضاء کاٹ کر اس کو بدہیت بنانے اور صورت بگاڑنے کو مثملہ کہا جاتا ہے)

۶... مردہ جسم سے مطلوبہ عضو کو تدفین سے پہلے نکال لیا جائے، تدفین کے بعد نہیں۔

۷... وہ عضو بغیر کسی قیمت کے دیا جائے۔

یہ شرائط مردہ جسم سے عضو لینے کے بارے میں ہیں، اگر کسی زندہ جسم سے اس کی اجازت سے کوئی عضو لیا جائے تو اس کیلئے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ساتھ درج ذیل شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے:

۱... اس عمل سے عضو دینے والے شخص کی طبعی زندگی کو کوئی بڑا نقصان نہ پہنچے۔

۲... اس کا کوئی ایسا عضو نہ نکالا جائے جس پر اس کی حیات موقوف ہو جیسے دل وغیرہ۔



۳... کسی ایسے عضو کی منتقلی جائز نہیں جس کے جدا کرنے سے انسان کسی اساسی وظیفہ سے محروم ہو جائے جیسے دونوں آنکھیں وغیرہ۔

۴... زندہ جسم سے صرف وہ عضو لیا جائے جس کے متعلق ڈاکٹروں نے طے کر دیا ہو کہ اس کا جسم کے اندر رہنا ضروری نہیں اور اس کے بغیر زندگی باسانی گزاری جاسکتی ہے۔

(یہ شرائط مجمع الفقہ الاسلامی جلد، رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت قائم اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے فیصلوں اور دیگر مجوزین حضرات کے مقالہ جات سے ماخوذ ہیں)

لہذا احتیاط تو بہر حال اسی میں ہے کہ حتی الامکان اس طریقہ علاج سے اجتناب کیا جائے، البتہ اگر کوئی شخص شدید مجبوری میں مبتلا ہو اور وہ جواز کی رائے رکھنے والے علماء کرام کی رائے پر عمل کر لے تو امید ہے کہ عند اللہ معذور ہوگا، تاہم جواز والے قول پر عمل کرنے کی صورت میں احتیاطاً استغفار اور کچھ صدقہ و خیرات بھی کر دے۔

لیکن یہ بات ضرور واضح رہنی چاہئے کہ اعضاء انسانی کی پیوند کاری کو جائز کہنے والے حضرات کے نزدیک بھی صرف مجبوری کی صورت میں گنجائش ہے جس کی تفصیل اوپر گزری، عام حالات میں اس کی اجازت نہیں، اس لئے جواز کی رائے اور فتویٰ کو بنیاد بنا کر انسانی اعضاء کے عطیہ کی ترغیب دینا اور لوگوں میں اس کے رجحان کو فروغ دینا درست نہیں، بالخصوص موجودہ حالات میں جس طرح اس طریقہ علاج کا فروغ ہو رہا ہے غالب گمان ہے کہ لوگ معمولی معمولی مشقتوں کا سہارا لے کر اعضاء کی خرید و فروخت شروع کر دیں اور اسے کاروبار بنا لیا جائے۔ اس لئے اس طرز عمل کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہئے تاکہ انسانی جان کی حرمت و شرافت برقرار رہے، اور انسانی جان کو عام اشیاء کی طرح استعمال کی چیز نہ بنا لیا جائے۔ (مزید تفصیل اور دلائل کیلئے دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری شدہ فتویٰ (۱۳/۱۸۶۳) ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔)

بہانج الصنائع فی توصیبات المشوراع - (۱۳۳/۵)

آن استعمال جزء منفصل عن غیرہ من بنی آدم إھانة بذلك النیر والآدمی بجمع أجزائه مکرم.

(جاری ہے۔۔۔)

الهداية في شرح بداية المبتدي - (۴۶/۳)

قال: "ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها" لأن الآدمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز

أن يكون شيء من أجزائه مهانا ومبتذلا

قال ابن القيم في توضيح بعض المسائل:

الاتفاق على أن حرمة المسلم ميتا كحرمة حيا (فتح القدير- ۲/۱۴۲)

مجلة الأحكام العدلية - (ص: ۱۸)

(المادة ۲۱): الضرورات تبيح المحظورات

الأشياء والنظائر لابن نجيم - (ص: ۷۶)



الرابعة: [إذا تعارض مفسدان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب

أخفهما]..... قال الزيلعي في باب شروط الصلاة: ثم الأصل في جنس هذه

المسائل أن من ابتلي ببليتين، وهما متساويتان يأخذ بأيهما شاء، وإن اختلفا يختار

أهونهما؛ لأن مباشرة الحرام لا تجوز إلا للضرورة ولا ضرورة في حق الزيادة

قال الشيخ المنسي محمد تفتيح رحمه الله تعالى في مسألة تلقيح دم غير المسلم في

جسد المسلم:

نفس جواز میں کوئی فرق نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق فاجر انسان کے خون میں جو

اثرات خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا خطرہ قوی ہے، اسی لئے صلحاء

امت نے فاسق فاجر عورت کا دودھ پلوانا بھی پسند نہیں کیا، بناءً علیہ کافر اور فاسق فاجر انسان

کے خون سے تا بمقدور اجتناب بہتر ہے۔ (انسانی اعضاء کی پیوند کاری، ص: ۲۸)

تحفة الفقہاء - (۳/۳۴۵)

ولو أن حاملًا ماتت وفي بطنها ولد يضطرب فإن كان غالب الظن أنه ولد حي وهو في

مدة يعيش غالبًا فإنه يشق بطنها لأن فيه إحياء الآدمي بترك تعظيم الآدمي وترك التعظيم

أهون من مباشرة سبب الموت

التشريع الجنائي الإسلامي - (۱/۵۷۸)

ويحرم مالك أكل لحم الإنسان في حالة الضرورة ولو كان مهذراً<sup>(۱)</sup>، فمن جاع حتى

أوشك أن يهلك ولم يجد إلا مهذراً فليس له أن يأكل من لحمه ما يرد جوعه سواء كان

(جاری ہے۔۔)

(۱) .. المهذّر: من الإهدار، أي الذي أبيع دمه شرعاً، كما في التشريع الجنائي الإسلامي - ۱/ ۵۲۹: الإهدار

هو الإباحة، ويقع على نفس الشخص أو على طرفه أو على ماله.

المهدر حياً أو ميتاً، وهذا هو الرأي الراجح في مذهب أبي حنيفة. ويجوز الشافعي وأحمد أكل لحم المهدر في حالة الضرورة سواء كان المهدر حياً أو ميتاً، ويوافقهما في هذا بعض الحنفية بل يبيح الشافعي وبعض الحنفية أكل لحم الميت المعصوم في حالة الضرورة؛ لأن حرمة الحي أعظم من حرمة الميت، أما أحمد فيحرم أكل لحم المعصوم الميت. ويبح الشافعي للمضطر أن يقطع من جسده فلذة ليأكلها في حالة الضرورة إذا ظن السلامة مع القطع. وبخالفه في هذا بقية الفقهاء. وليس للمضطر أن يأخذ من مضطر مثله ما يقيم حياته؛ لأنه أحق به حيث يساويه في الضرورة وينفرد في الملك، فإن أخذه منه فمات فهو مسئول عن موته ويعتبر قاتلاً له بغير حق. وللمضطر أن يأخذ ما يقيم حياته من غيره إذا لم يكن في حاجة إليه..... واللهم سبحانه وتعالى اعلم بالصواب

محمد حذيفة

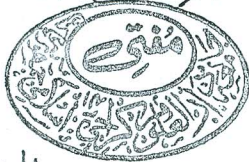
محمد حذيفة عفا الله عنه

دار الافتاء جامعه دار العلوم كراچي

١٠/ جمادى الاولى - ١٤٣٨ هـ

٨/ فروري - ٢٠١٤ م

البرهان  
احقر محمد عفا الله عنه  
١٣/ ٥/ ١٤٣٨ هـ



الجواب صحیح

١٥/ ٥/ ١٤٣٨ هـ

١٥/ ٥/ ١٤٣٨ هـ

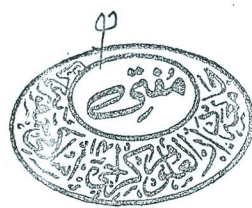
الجواب صحیح  
محمد حذيفة عفا الله عنه

١٥/ ٥/ ١٤٣٨ هـ

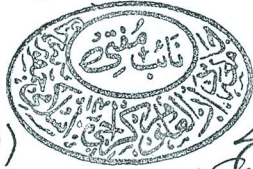
اصحاب المحيبتة الله تعالى  
بما مك الله في علمه وعمره وعمله

محمد حذيفة عفا الله عنه

١١/ ٥/ ١٤٣٦ هـ



الجواب صحیح  
محمد حذيفة عفا الله عنه  
١٤/ ٥/ ١٤٣٨ هـ



الجواب صحیح  
شاه محمد توفيق عفا الله عنه  
١٥/ ٥/ ١٤٣٨ هـ



الجواب صحیح  
شاه محمد توفيق عفا الله عنه  
١٥/ ٥/ ١٤٣٨ هـ

